لاہور میں ذخائر مخطوطات

سید جمیل احمد رضوی☆

لاہور پاکستان کا تہذیبی اور ثقافتی شہر ہے۔ اس کو کتب خانوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ کتب خانوں میں مطبوعات و مخطوطات ہماری قومی تہذیب و ثقافت کے امین ہیں۔ اس شہر میں سرکاری انتظام کے تحت چلنے والے کتب خانوں کے علاوہ ذاتی اور مخصی کتب خانے بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں خطی نسخوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر پاکستان میں مخطوطات کے ذخائر کا جائزہ لیا جائے' تو ان میں قلمی کتابوں کی سب سے زیادہ تعداد اسی شہر میں ملے گی۔ وطن عزیز میں سب سے بڑا قلمی نسخوں کا مخزن پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ اس میں مخطوطات کی تعداد بیس ہزار سے بھی زائد ہے۔ اس اعتبار سے لاہور کو "شہر مخطوطات" بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس مقالہ میں چار سرکاری اداروں میں موجود مخطوطات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ سب سے پہلے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ذخیرے کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس کے آغاز میں کتب خانے کو سماجی اور معاشرتی پس منظر میں دیکھا گیا ہے۔ اس کے بعد ذخیرہ مخطوطات کے ارتقا کو لائبریری کے ارتقائی تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا ادارہ پنجاب پبلک لائبریری ہے۔ اس میں خطی نسخوں کی تعداد گیارہ سو کے قریب ہے۔ اس کے بعد دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری اور لاہور عجائب گھر کے ذخائر کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اول الذکر میں مخطوطات کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ موخرالذکر میں قلمی کتابوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار ہے۔ کتب خانوں میں خطی کتابوں کی جمع آوری کا بنیادی مقصد تحقیق کی دنیا کو خدمت فراہم کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ عجائب گھروں میں قلمی نوادرات کی فراہمی کا مقصد نوادرات کو اس اعتبار سے جمع کرنا ہوتا ہے جو بنیادی لحاظ سے نمائش کے لئے اہمیت رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تحقیق کرنے والے بھی ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ لاہور عجائب گھر میں ایسے قلمی آثار جمع کئے گئے ہیں جو مصور اور دیدہ زیب خط میں ہیں۔

☆ چیف لائبریرین' پنجاب یونیورسٹی لائبریری' لاہور

اب اس ادارے میں مخطوطات کی خرید یا حصول کے لئے دونوں پہلوؤں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ یعنی ایسے نوادرات خرید لئے جاتے ہیں یا مخیر حضرات سے بطور عطیہ لئے جاتے ہیں جو نمائش اور دنیائے تحقیق دونوں کے لئے اہم ہوں۔

پنجاب یونیورسٹی لائبریری

اگر کتب خانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے' تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت قدیم ہے۔ آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران ایسے تحریری آثار ملے ہیں جن کو انسانی نسل اپنی دستاویزات کو محفوظ کرنے کے لئے استعمال کرتی تھی۔ ان میں مٹی کی الواح اور کتبے شامل ہیں۔ بعد میں دوسرے مواد کو بھی تحریر کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ اس میں کھجور کے پتے اور چمڑا معروف ہیں۔ انسان اپنے علمی' تہذیبی اور ثقافتی ورثے کو کسی قسم کے مواد پر لکھ کر محفوظ کر لیتے تاکہ آئندہ نسلیں ان سے مستفید ہو سکیں۔ کاغذ کی ایجاد نے اس میں آسانی پیدا کر دی اور طباعتی پریس نے اس تحریک کی پیش رفت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مطبوعات کا دائرہ وسعت پھیلتا چلا گیا' یہاں تک کہ عصر حاضر میں طباعت کے لئے نہایت جدید ٹیکنالوجی مثلاً کمپیوٹر استعمال ہونے لگا۔ اس سے معیار بھی بلند ہو گیا اور وقت میں حیرت انگیز حد تک کمی ہونے لگی۔ یہ ارتقائی مراحل اس معاشرتی پس منظر کی عکاسی کرتے ہیں جو مختلف ادوار میں انسانی سماج کی ترقی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کتب خانہ ایک معاشرتی ادارہ ہے جو سماجی ضرورت کے تحت وجود میں آیا اور اس کے فرائض میں تبدیلی بھی سماجی ضروریات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ آتی رہی۔ لائبریرین شپ کے نظریئے میں کتاب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ امریکہ کے معروف ماہر تعلیم اور علم کتب خانہ کے عالم ڈاکٹر شیرا نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"مطبوعہ کتاب مدت سے خیالات کے ابلاغ کا ایک ذریعہ رہی ہے۔ ماہر معنویات کے الفاظ میں کتاب وقت کو ملانے والی ہے۔ یہ نہ صرف مکانی فاصلہ طے کرتی ہے بلکہ زمانی بھی۔ جب آپ اس پر غور و فکر کرتے ہیں' تو یہ نہایت اہم ایجاد نظر آتی ہے..... ہم ایک کتاب کو اٹھاتے ہیں اور جو کچھ کسی نے کہا ہے اس کو معلوم کر سکتے ہیں۔ کہنے والے کو ہم نے دیکھا نہیں' وہ ہماری پیدائش سے کئی صدیاں پہلے مرچکا تاہم صوتیاتی تحریر کے اعجاز سے ہم اس کی کہی ہوئی باتوں کی نقل اتار سکتے ہیں"(۱)

ہمارے نظام تعلیم میں کتاب کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ کتابوں کو کتب خانوں میں

جمع کیا جاتا ہے اور ترتیب و تنظیم سے رکھا جاتا ہے تاکہ ان کا استعمال آسانی سے کیا جا سکے۔ تعلیمی اداروں کا تصور کتب خانوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سطح پر تعلیمی اداروں کے ساتھ کتب خانے قائم کیے جاتے ہیں۔ جامعہ پنجاب کو اکتوبر ۱۸۸۲ میں یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا۔ اس سے پہلے پنجاب یونیورسٹی کالج کا قیام ظہور میں آ چکا تھا' اس کی اپنی لائبریری تھی جو بعد میں مرکزی کتب خانے کے ذخیرے کی بنیاد بنی۔

جامعہ پنجاب کی لائبریری پاکستان کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے۔ اس میں مطبوعات کی تعداد تین لاکھ اور ستر ہزار کے قریب ہے اور مخطوطات کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے۔ اس طرح یہ ذخیرہ مخطوطات پاکستان کا سب سے بڑا مخزن ہے۔ اس میں عربی' فارسی' اردو' سندھی' پشتو' ترکی' ہندی اور سنسکرت میں قلمی کتابیں شامل ہیں۔ اس ذخیرے کی بنیاد ۳۱ جولائی ۱۹۲۰ء کو رکھی گئی۔ بعد میں یونیورسٹی کے مختلف ارتقائی مراحل میں یہ بھی ترقی کی جانب سفر کرتا رہا۔ اس کی جمع آوری میں کئی شخصیات نے سرگرم حصہ لیا۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔ خطی آثار کی جمع آوری کے لئے یونیورسٹی نے کئی مواقع پر خطیر رقم کا انتظام کیا جس کے نتیجے میں کئی اہم قلمی ذخائر کو خریدا جا سکا۔ وطن عزیز کی قدیم ترین یونیورسٹی ہونے کے حوالے سے اس کا کتب خانہ بھی سب سے بڑا ہے۔ اس کتب خانے کی اہمیت ان ذاتی ذخائر کی وجہ سے ہے جو مختلف اوقات میں بطور عطیہ وصول ہوئے یا خریدے گئے۔ اس طرح مشرق و مغرب کے محققین کے لئے یہ کتب خانہ نہ صرف توجہ اور کشش کا باعث بن گیا' بلکہ وطن عزیز میں اسلامی تہذیب و ثقافت اور علوم و فنون کے تحریری آثار کا سب سے بڑا مرکز بھی ہے۔ اب مختصر طور طراس کے ارتقا کا تاریخی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس ذخیرے کے ارتقا کا جائزہ لینے کے لئے کتب خانے کی تاریخ پر نظر ڈالنا ہو گی پہلے پنجاب یونیورسٹی کالج کے قیام کا ذکر ہو چکا ہے۔ ۱۸۷۳ء میں پنجاب یونیورسٹی کالج نے سرڈانلڈ میکلوڈ کا کتب خانہ ڈھائی ہزار روپے میں خریدا۔ اس میں تقریباً دو ہزار قیمتی کتب تھیں۔ کتابوں کو لاہور منتقل کرنے کے لئے سات سو روپے حکومت نے ادا کیئے۔ یہ پنجاب یونیورسٹی کا پہلا ذخیرہ کتب تھا جس پر ایک عرصہ بعد ایک بڑے کتب خانے (یونیورسٹی لائبریری) کی بنیاد رکھی گئی۔(۲)

بعد میں کتب خانے کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ جامعہ پنجاب نے ۱۹۰۵ء سے ۱۹۳۲ء کے دور میں نہایت تیزی کے ساتھ ارتقائی منازل طے کیئے۔ یہ ڈاکٹر اے۔سی۔وولنر (۱۸۷۸ء ۔ ۱۹۳۶ء)

کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ وہ دیگر ذمہ داریوں کے علاوہ اعزازی لائبریرین کے فرائض بھی چھبیس سال (۱۹۰۲ء تا ۱۹۲۸ء) تک سرانجام دیتے رہے(۳)۔ جب تیس سال بعد پروفیسر وولنر اورینٹل کالج کے پرنسپل اور یونیورسٹی کے رجسٹرار بنے تو اس وقت لائبریری کا یہ مجموعہ بے توجہی کا شکار ہو کر صرف دو الماریوں میں محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ صرف اورینٹل کالج لائبریری جو الگ طور پر بنائی گئی تھی، تسلی بخش حالت میں تھی۔ اگلے تیس سال کے دوران پروفیسر وولنر کی مسلسل اور بھرپور توجہ نے یونیورسٹی لائبریری کی تعمیر و ترقی کے مراحل طے ہوئے(۴)۔

انڈین یونیورسٹیز ایکٹ ۱۹۰۴ء کی دفعہ ۳ میں یونیورسٹیوں میں لائبریریاں، لیبارٹریاں اور میوزیم بنانے اور انہیں توسیع و ترقی دینے کی جو مہمیز موجود تھی، اس نے لائبریری کے نئے دور کے آغاز کے لئے محرک کا کام دیا۔ اگلے دو سال کے دوران میں سنڈیکیٹ نے لائبریری کی توسیع کے لئے معمول کی مختصر سالانہ متوالی گرانٹ کے علاوہ حکومت ہند سے تیس ہزار روپے کی خاص ابتدائی گرانٹ طلب کی جو اسے مل گئی۔ کتابوں کی خرید اور ان کی حفاظت کے ضروری سازوسامان پر ستمبر ۱۹۰۹ء تک چھتیس ہزار روپے خرچ ہوئے۔ کتب خانے کے ایک خاص انداز کی عمارت بھی از بس ضروری تھی چنانچہ ۱۹۱۰ء میں اس مقصد کی خاطر سنڈیکیٹ نے سینٹ ہال کے قریب خطہ زمین حاصل کی۔ لائبریری کی عمارت کا نقشہ بھائی رام سنگھ پرنسپل میو سکول آف آرٹس نے تیار کیا۔ یونیورسٹی ہال اور خالصہ کالج امرتسر کے ڈیزائن بھی انہوں نے بنائے تھے۔ یہ ساری دلکش عمارات شمال مغربی ہند کے پروقار روایتی انداز تعمیر کی حامل تھیں۔ لائبریری کی عمارت کا سنگ بنیاد ۲۷ فروری ۱۹۱۱ء کو چانسلر سرلوئس ڈین نے رکھا۔ تعمیر کا کام بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور لائبریری کے پہلے حصے کا رسمی افتتاح اسی چانسلر نے اپریل ۱۹۱۲ء میں کیا۔ اگلے تین سال کے عرصے میں لائبریری کی توسیع اس تیزی سے ہوئی کہ ۱۹۱۵ء کے آخر تک عمارت کی حدود میں اصل نقشے سے بھی زیادہ وسعت اختیار کرنا پڑی۔ ساری عمارت پر جو ۱۹۱۷ء میں مکمل ہوئی، ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے لاگت آگئی۔ یہ خوش منظر دو منزلہ عمارت مشرقی طرز تعمیر کا دلکش نمونہ ہے(۵)۔

فروری ۱۹۸۸ء کے آخر تک لائبریری اس عمارت میں خدمات انجام دیتی رہی۔ یکم مارچ ۱۹۸۸ء کو قائداعظم کیمپس (نیو کیمپس) والی نئی عمارت میں ذخیرہ کتب اور دوسرے سازوسامان کی منتقلی کا کام شروع ہوا جو جون ۱۹۸۸ء کے آخر میں مکمل ہوا۔ ذخیرے کی منتقلی اور نئی عمارت میں ترتیب و تنظیم کا کام ساتھ ساتھ جاری رہا۔ اس نئی عمارت کی تعمیر یونیورسٹی کی صد سالہ تقریبات

کے سال یعنی ۱۹۸۲ء میں شروع ہوئی۔ اس مقصد کے لئے وفاقی حکومت نے ڈیڑھ کروڑ روپے کی خصوصی گرانٹ فراہم کی تھی۔ اس کی تعمیر کا کام دسمبر ۱۹۸۶ء کے آخر میں مکمل ہو گیا تھا اور اس کا جزوی چارج لائبریری اسٹاف کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اس وقت عمارت کی نگرانی کے لئے تین چوکیدار بھرتی کیئے گئے تھے۔ صفائی کے لئے ایک فراش اور دو خاکروب یومیہ اجرت پر ملازم رکھے گئے۔ ضروری نگرانی کے لئے ایک لائبریرین متعین کیا گیا تھا جنھوں نے بجلی کی تنصیبات اور مرمت کے دوسرے کام کو مکمل کروایا۔ پراجیکٹ ڈائریکٹر کے دفتر نے ۲۶ ستمبر ۱۹۸۷ء کو لائبریری کی عمارت کا پورا چارج چیف لائبریرین کے حوالے کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی لائبریری کی منتقلی کے لئے منصوبہ بندی شروع کر دی گئی۔ جس کو فروری ۱۹۸۸ء کے آخر تک مکمل کر لیا گیا۔ اس عمارت کا رقبہ ایک لاکھ دو ہزار مربع فٹ ہے۔ یہ ایک تہہ خانے اور دو منزلوں پر مشتمل ہے۔ تیسری منزل کی گنجائش نقشے میں رکھی گئی ہے جو ضرورت کے وقت تعمیر کی جا سکتی ہے(۷)۔

ذخیرہ مخطوطات کا تاریخی جائزہ

اس کتب خانے کی اہمیت ان ذاتی ذخائر کی وجہ سے ہے جو یونیورسٹی میں بطور عطیہ وصول ہوئے یا خریدے گئے۔ ان کی تعداد سولہ (۱۶) ہے۔ دس ذخیرے ایسے ہیں جن میں مخطوطات بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ لائبریری یونیورسٹی میں تدریس و تحقیق کے فروغ کے لئے قلمی کتب خریدتی بھی ہے جس کے لئے بجٹ میں ہر سال ایک معین رقم مختص کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں رہنمائی اساتذہ فراہم کرتے ہیں۔ اب ذیل میں تاریخی تناظر میں ذخیرہ مخطوطات کے ارتقاء کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

ذخیرہ پرسیول

پرانی عمارت کا سنگ بنیاد رکھے جانے کے ایک ماہ بعد یونیورسٹی لائبریری کو غیر متوقع طور پر ایک نادر اور قیمتی مجموعہ کتب مل گیا۔ ایچ ایم پرسیول ایم۔اے' آئی ای ایس پروفیسر ادبیات انگریزی پریزیڈنسی کالج کلکتہ نے مارچ ۱۹۱۱ء میں اپنی سبکدوشی کے موقع پر اپنا مجموعہ کتب جن میں تقریباً ساڑھے چھ ہزار کتب تھیں فروخت کے لئے پیش کیا۔ یہ مجموعہ پنجاب یونیورسٹی نے چھتیس ہزار روپے میں خرید لیا۔ یہ مجموعہ کتب اپنی جداگانہ حیثیت سے یونیورسٹی لائبریری میں اب تک موجود ہے۔ ۱۹۱۳ء میں اورینٹل کالج کا بیش قیمت کتب خانہ بھی یونیورسٹی لائبریری میں منتقل کر

دیا گیا جو وہاں عربی فارسی اور سنسکرت کے حصوں کی بنیاد بنا(۸)۔

ذخیرہ آزاد

۱۹۱۳ء میں آغا محمد ابراہیم نے اپنے والد شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد (۱۸۳۰ء ۔ ۱۹۱۰ء) کا مجموعہ کتب لائبریری کو پیش کیا۔ اس میں ۱۵۵۶ مطبوعات اور ۳۸۹ مخطوطات شامل تھے(۹) مطبوعات میں پنجاب کے مختلف اضلاع کی قدیم مطبوعہ تاریخیں موجود ہیں جو اس ذخیرے کی علمی اور تاریخی اہمیت کو بڑھا دیتی ہیں۔

نوادرات کے لئے اساتذہ کی تلاش و جستجو

اس دور میں یونیورسٹی لائبریری مسلسل ترقی پذیر رہی۔ مطبوعات کی خرید کے لئے یونیورسٹی اپنے میزانیے میں خطیر رقوم مختص کرتی رہی۔ تدریسی شعبوں کے قیام اور یونیورسٹی پروفیسوں کی تقرری کے بعد ان کے فرائض میں کتابوں کی خرید کا معاملہ بھی شامل رہا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اورینٹل کالج کے پروفیسوں نے خصوصاً" بڑی تن دہی سے کام کیا اور ملک کے دور دراز گوشوں میں سفر کر کے کتابیں (خاص طور پر قلمی نوادر) تلاش کیں اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں نادر مخطوطات اتنی بڑی تعداد میں اکٹھے کر دیئے کہ یہ لائبریری دنیا کی چند اہم تحقیقی لائبریریوں میں شمار ہونے لگی۔ اس دور کے اختتام اور گولڈن جوبلی کے موقع پر پروفیسر بروس نے لائبریری میں کتابوں کی مجموعی تعداد ۶۱۵۳۷ بتائی ہے جس میں ۸۸۷۳ مخطوطات بھی شامل تھے۔ یونیورسٹی کے علمی مرکز کی تعمیر و ترقی کا یہ قابل تعریف پہلو ہے جس نے اس دور میں مطالعہ و تحقیق کے لحاظ سے ایک نئی روح پھونکی(۱۰)۔

ذخیرہ پیرزادہ

یہ ذخیرہ مہم (رہتک) جو کہ پیرزادہ محمد حسین عارف (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۸ء) سیشن جج' کا آبائی مقام تھا' پر موجود تھا۔ مولوی محمد شفیع مرحوم (۱۸۸۳ء ۔ ۱۹۶۳ء) کی رپورٹ پر یونیورسٹی نے اس کو ۱۹۲۸ء میں خرید لیا۔ اس بارے میں منظورالحق صدیقی لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم کا مشرقی علوم کے ساتھ شغف آپ کو مہم لے گیا اور آپ نے یہ کتب خانہ دو ہزار تین سو روپے کے عوض پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے لئے ۱۹۲۹ء میں خرید لیا۔ اس میں قلمی نسخوں کی تعداد ۱۹۵ ہے اور مطبوعہ کتابیں ۸۰۹ ہیں(۱۱)۔

ذخیرہ کیفی

اسی دور میں ۱۹۳۳ء میں برجموہن دتا تریہ کیفی (۱۸۶۶ـ۱۹۵۵) نے اپنا ذخیرہ یونیورسٹی لائبریری کو بطور عطیہ پیش کیا۔ اس میں مخطوطات کی تعداد ۱۳۰ اور مطبوعات ۸۷۷ تھیں۔ مخطوطات میں اردو کی قلمی کتابیں بھی موجود ہیں۔

دیگر ذرائع

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں "نادر و نایاب کتب کی تلاش، حصول اور خرید کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ مثلاً اس دور میں ان اشخاص کے مخطوطات حاصل ہوئے۔ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی ۱۳۰ مخطوطات ایوناؤ ۳۵۹، مخطوطات مولوی نجم الدین ۳۴۹، مخطوطات رائے صاحب وزیر چند (سکنہ جھنگ) ۵۴ مخطوطات، پیرزادہ محمد حسین ۲۰۵ مخطوطات" (۱۲)

ذخیرہ وولنر

لائبریری کے ذخیرہ مخطوطات میں ۱۸۶۷ نسخے سنسکرت کے ہیں۔ ان کو ذخیرہ وولنر کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اے۔سی وولنر (۱۸۷۶ء ـ ۱۹۳۶ء) چھبیس سال (از ۱۹۰۲ء تا ۱۹۲۸ء) اعزازی لائبریرین کے فرائض بھی ادا کرتے رہے۔ اسی دور میں لائبریری کی علامہ اقبال کیمپس والی عمارت تکمیل کو پہنچی۔ وہ سنسکرت کے پروفیسر اور اورینٹل کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی کے رجسٹرار اور آخر میں وائس چانسلر بھی رہے۔ اسی حیثیت سے ان کا ۱۹۳۶ء میں انتقال ہوا۔ وفات کے بعد ان کی بہت سی یادگاریں قائم کی گئیں۔ ان کے اعزاز میں سنسکرت کے مجموعہ مخطوطات کو وولنر کلیکشن کہا جاتا ہے۔ یہاں پر اس کا ذکر مناسب ہو گا کہ پروفیسر وولنر کی وفات کے بعد مسز وولنر نے اپنے شوہر کی تمام قیمتی کتب یونیورسٹی لائبریری کو عطا کر دیں۔ ان کی تعداد ۱۵۷۵ تھی(۱۳)۔

ذخیرہ شیرانی

یہ بیش قیمت اور گرانقدر ذخیرہ مخطوطات و مطبوعات ۱۹۴۲ء میں یونیورسٹی نے ۱۴۳۹۲ روپے میں خریدا۔ اس کے دیگر کوائف و خصائص کا ذکر کرنے سے پہلے شیرانی مرحوم کے بارے میں سر شیخ عبدالقادر (۱۸۷۴ ـ ۱۹۵۰) کی رائے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اس میں انہوں نے شیرانی مرحوم کی قناعت پسندی اور علم دوستی کی خوبصورت انداز میں تصویر کشی کی ہے۔

لاہور سے جانے سے کچھ پیشتر ایک دن شیرانی صاحب نے مجھے اپنے مکان پر بلایا کہ ان کے مجموعہ کے بعض نوادر کو دیکھوں۔ گرمی کا موسم تھا اور دوپہر کے بعد کا وقت۔ میں نے نوادر کو بھی دیکھا اور ان کی داد دی۔ مگر اس سے زیادہ خود شیرانی صاحب کو داد دی، کیونکہ وہ بھی اپنی جگہ داخل نوادر تھے۔ گرمی کی وجہ سے ایک ہلکا سا بنیان پہنے ہوئے تھے اور کمر کے گرد صرف ایک چھوٹا سا تہہ بند باندھے بیٹھے تھے۔ پنکھا نہ دستی نہ بجلی نہ گرمی سے بچنے کی فکر نہ پروا۔ کتابیں اور وہ گرد و پیش فرامین اور سکے۔ یہ پروفیسر محنت کے لحاظ سے مغربی پروفیسوں سے زیادہ اور آسائش اور ماندو بود میں کسی غریب مسجد کے ملا سے زیادہ سادہ تھا۔ شیرانی کی یہ آخری تصویر ہے جو میرے صفحہ دل پر منقوش ہے(۱۴)۔ شیرانی مرحوم کے شاگرد ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم (۱۹۰۴ ۔ ۱۹۸۶) کی رائے کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس سے ان کی نوادرات کی جمع آوری کی لگن اور جذبہ کا اظہار ہوتا ہے۔

"مولوی خدا بخش خان کے بعد پروفیسر شیرانی شاید دوسرے بزرگ تھے، جنہوں نے باوجود سرمائے کی کمی کے عربی، فارسی، اردو کی نادر قلمی کتابوں کو جمع کیا اور اس میں وہ کامیابی حاصل کی جو ایک لحاظ سے مولوی خدا بخش خان کو بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی یعنی کتابوں کی تلاش اور جمع آوری اس غرض سے کہ اس سے ادب اور تاریخ کی گمشدہ کڑیاں دستیاب ہوں اور وہ خلا جو انسانی معلومات میں پائے جاتے ہیں پر ہوتے جائیں۔ قلمی کتابوں اور آثار قدیمہ کی شناخت کے بارے میں ان کی نگاہ اس درجہ تجربہ کار اور شناسا ہو گئی تھی کہ انباروں اور طوماروں کے اوپر سے ہی نظر ڈال کر اپنے مطلب کی چیز نکال لیتے تھے۔ گویا اس لحاظ سے وہ "قناء الکتب" تھے۔ عرب ہد ہد کو "قناء الارض" کہا کرتے ہیں۔ قناء اس شخص کو کہتے ہیں جو زمین کے اوپر سے ہی یہ بتلا سکے کہ سطح کے نیچے پانی کتنی دور ہے۔ اگر ہد ہد کو قناء الارض کہنا درست ہے تو پروفیسر شیرانی کو اس مناسبت سے قلمی کتابوں کا ہد ہد یا قناء کہنا بے جا نہ ہوگا۔"(۱۵)۔

اس ذخیرے کے دیگر کوائف کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار رقمطراز ہیں

"اس مجموعے میں ۱۷۰ مطبوعات، ۴۴۴ دستاویزات، اور ۲۲۸۴ مخطوطات شامل تھے۔ مخطوطات میں چوتھی، پانچویں، چھٹی صدی ہجری کے تحریر کردہ نسخے بھی تھے اور بعض قلمی نسخے مصنفوں کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے اور بعض مخطوطات اپنے زمانے کے مشہور خطاطوں کے قلم سے تھے۔ ان میں مغل دور سے قبل خط بہار میں، لکھے گئے کئی قرآن مجید کے نسخے بھی ہیں۔ سبکدوشی

لاکھ سترہ ہزار مخطوطات تھے۔ اسامہ بن منقذ کے پاس چار ہزار مخطوطات تھے جو عیسائیوں نے صلیبی جنگوں کے دوران ان سے چھین لئے تھے۔ اخبار العلماء کے مطابق ابن سینا نے نوح بن منصور سے کتب خانے کی تفصیلات مانگیں۔ نوح بن منصور نے انہیں کتب کی فہرستیں پیش کر دیں۔

شیخ تاج الکندی کا شمار دمشق کے علمائے کبار میں ہوتا ہے۔ آپ لغوی ادیب اور قرآن مجید کے قاری ہونے کے علاوہ ایوبی سلاطین کے استاذ بھی تھے۔ دمشق کی جامع مسجد میں ان کا مدرسہ تھا جو مقصورہ تاجیہ کے نام سے موسوم تھا۔ اس مدرسہ میں ایک کتب خانہ تھا جس کی فہرست تاج الکندی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مورخ ابوشامہ کو ملی۔ فہرست کے مطابق اس کتاب خانے میں سات سو اکسٹھ مخطوطات تھے جن کی ترتیب کچھ یوں تھی۔

علوم القرآن	۱۴۰
احادیث	۱۹
فقہ	۱۴۳
الشعر	۱۴۲
النحو والصرف	۱۷۵
علوم اللاوائل وطب	۱۴۳

فہرست سازی کی تاریخ

اسلامی کتب خانوں کے مختصر تعارف سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ان کتب خانوں کی باقاعدہ فہارس ہوا کرتی تھیں۔ فہرست فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مطلب وہ کتاب ہے جس میں اسماء کتب موجود ہوں۔ اگرچہ ان فہارس کی کثیر تعداد ہم تک نہیں پہنچی۔ جن فہارس کا پتہ چلتا ہے وہ قدرے اختلاف کے ساتھ اس ترتیب سے ہیں۔

۱۔ کتب خانوں کی فہارس
۲۔ روایات کی شکل میں فہارس
۳۔ مخطوطات جو کتب خانوں کو وقف کئے گئے
۴۔ علماء کی تالیفات کی فہارس
۵۔ عام صورت میں کتب کی فہارس

کے بعد بھی پروفیسر شیرانی قلمی نسخے فراہم کرتے رہے' اور ۱۹۴۴ء میں انہوں نے مزید ۱۹۴ مخطوطات یونیورسٹی کو دیئے۔ یونیورسٹی لائبریری میں مجموعہ شیرانی ایک قیمتی اضافہ تھا مگر یونیورسٹی ایک نادر ذخیرہ مسکوکات سے محروم رہی جو قابل افسوس امر ہے۔ شیرانی کو تاریخی نوادر اور مسکوکات جمع کرنے اور ان سے تحقیقات میں کام لینے کا بڑا شوق تھا۔ انہوں نے اپنے ذخیرہ مسکوکات جس میں تقریباً پانچ چھ ہزار سونے چاندی کے سکے اور تین ہزار تانبے کے سکے تھے' یونیورسٹی کو دس ہزار روپے کے عوض پیش کیا' مگر یونیورسٹی نے اس رقم کا نصف دینا منظور کیا۔ یہ ایک انتہائی تکلیف دہ امر تھا کیونکہ شیرانی کی زندگی کے آخری چند سال' جو علالت میں گزرے' اسی اثاث البیت کے سہارے گزرے جو کتابوں اور سکوں کی فروخت پر انہیں ملا۔ بہرکیف شیرانی کی ساری عمر کی یہ جمع پونجی پٹنے کے ایک تاجر نے تیئیس ہزار روپے میں خرید لی اور پنجاب یونیورسٹی (اور بعد میں مملکت پاکستان) اس نادر خزانہ سے محروم رہی(۱۶)۔

ڈاکٹر محمد بشیر حسین مرحوم نے اس ذخیرے کے بارے میں مختلف اعداد و شمار دیئے ہیں۔ مرحوم نے اس مجموعے پر ایک طویل مدت تک فہرست نگار کی حیثیت سے کام کیا ور ان کی مرتبہ فہرست "فہرست مخطوطات شیرانی" کے عنوان سے تین جلدوں میں ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ وہ اس ذخیرے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"دو ہزار چھ سو باون جلدوں میں مجلد اس مجموعے میں عربی' فارسی' اردو' پنجابی' ترکی' ہندی' پشتو' سندھی اور گجراتی وغیرہ کی چھوٹی بڑی سوا چار ہزار کتابیں محفوظ ہیں۔ ان میں سے فارسی زبان کے مخطوطے سب سے زیادہ ہیں یعنی تین ہزار ایک سو چالیس' اردو کے تقریباً پانچ سو عربی کے تقریباً چار سو' پنجابی کے تقریباً ایک سو پچیس اور ہندی' ترکی' پشتو اور سندھی وغیرہ کے پچیس قلمی نسخے اس ذخیرے کا حصہ ہیں۔ ان کتب کے علاوہ ساڑھے سات سو قطعات' شاہی فرامین' اسناد' بیعنامے' اجارہ نامے وغیرہ بھی اس مجموعے کا حصہ ہیں(۱۷)۔

خورشید احمد خان ذخیرہ شیرانی کے بارے میں اعداد و شمار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"۱۹۴۲ء میں جب یہ ذخیرہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے حوالے کیا گیا' تو اس میں ۳۴۹۰ مخطوطات ۲۲۹۴ مجلدات میں تھے۔ ۱۷۱ مطبوعہ کتب جن میں سے زیادہ تر کمیاب تھیں' ۱۴ فرامین' ۴۲۱ پروانے و دستاویز' ۱۸۷ مہریں' ۸ شکستہ اوراق کے حصے' ۹ پرانی اور نادر جلدیں اور ۱۰ (لکڑی کی) دروازوں والی الماریاں' ۱۹۴۵ء میں شیرانی مرحوم نے لائبریری کو ۱۹۹ مخطوطات اور ۴۷۸

مطبوعہ کتب بطور عطیہ دیں۔ ۱۹۴۶ء میں شیرانی کی وفات کے بعد ان کے خاندان نے ۲۰۰ سے زیادہ مخطوطات لائبریری کے حوالے کیئے(۱۸)۔

ذخیرہ محبوب عالم

یہ ذخیرہ مولوی محبوب عالم (۱۸۶۴ء ـ ۱۹۳۷ء) بانی ایڈیٹر "پیسہ اخبار" کی ذاتی لائبریری تھی جو ان کی وفات کے بعد مرحوم کے بیٹے عبدالحمید ایڈیٹر ایسٹرن ٹائمز نے یونیورسٹی کو بطور عطیہ دینے کی پیش کش کی۔ سنڈیکیٹ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۸ء کو اس تجویز کو منظور کر لیا' اور یہ کتابیں اسی سال لائبریری میں منتقل کی گئیں۔ ان کی منتقلی کا کام ستمبر ۱۹۴۸ء میں مکمل ہوا۔ اس ذخیرے میں مطبوعات کی تعداد ۲۴۲ اور مخطوطات ۳۳۸ ہیں۔ مطبوعہ کتب اردو' فارسی' عربی اور انگریزی زبان میں ہیں۔ ان کی زیادہ تعداد پرانی مطبوعات کی صورت میں ہے۔ مخطوطات کی زیادہ تعداد فارسی زبان میں ہے۔ ان میں سے چند عربی اور اردو میں بھی ہیں(۱۹)۔

ذخیرہ آذر

یہ ذخیرہ ظہیرالدین' فرزند پروفیسر سراج الدین آذر (وفات ۱۹۴۷ء) سے ۱۹۵۴ء میں خریدا گیا۔ بیس ہزار روپے کی رقم اس ذخیرے کی خرید کے لئے منظور کی گئی۔ یہ ۱۵۰۰ مخطوطات پر مشتمل ہے۔ اس ذخیرے کی ایک ایک قلمی فہرست موجود ہے۔ جس میں اس کی موضوعات کے اعتبار سے درجہ بندی کی گئی ہے۔ ان کی فہرست درج ذیل ہے(۲۰)۔

فارسی نظم' تاریخ و جغرافیہ' مضامین و خطوط' اخلاقیات و تصوف' دینیات' فلسفہ' منطق اور علم ہیئت' علم عروض و قواعد' لغات طب' حصص' متفرق

اس ذخیرے میں فارسی کے علاوہ دوسری زبانوں کے مخطوطات بھی شامل ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

الف۔ اردو

ب۔ عربی

ج۔ پنجابی

د۔ پشتو

اس ذخیرے کی فہرست بعنوان "فہرست مخطوطات در کتب خانہ پروفیسر سراج الدین آذر"

غیر مطبوعہ صورت میں موجود ہے' اس میں مخطوطات کی مختصر وضاحت ملتی ہے۔ سید خضر عباسی نوشاہی نے فارسی میں اس ذخیرے کی فہرست مرتب کی جو مرکز تحقیقات فارسی' ایران' پاکستان' اسلام آباد نے ۱۹۸۶ء میں شائع کی۔

ذخیرہ روحی

یہ ذخیرہ مولانا اصغر علی روحی مرحوم (۱۸۷۱۔ ۱۹۵۴) کے نام پر ہے۔ اس میں علامہ روحی اور ان کے نامور فرزند ڈاکٹر صوفی محمد ضیاء الحق مرحوم (۱۹۱۱ء ۔ ۱۹۸۹ء) کی جمع کی ہوئی کتب شامل ہیں۔ یہ ذخیرہ ۱۲ ستمبر ۱۹۸۹ء کو لائبریری میں بطور عطیہ وصول ہوا۔ اس میں کتابوں کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے۔ اس ذخیرے میں سترہ مخطوطات بھی محفوظ کیے گئے ہیں۔ ۱۳ رجسٹر صوفی صاحب مرحوم کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں جن میں ضخیم عربی کتابوں کے اشاریئے اور اسی نوعیت کے دوسرے مواد شامل ہیں۔ کلیات روحی' کا مسودہ دو جلدوں میں ہے جس کو محترم صوفی صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ وہ اس کو شائع کروانا چاہتے تھے' لیکن ایسا ممکن نہ ہوا۔ اس طرح مخطوطات کی تعداد تیس بن جاتی ہے(۲۱)۔

ذخیرہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری

زیر حوالہ ذخیرہ لاہور کی نامور علمی شخصیت محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے لائبریری کو بطور عطیہ عنایت کیا۔ یہ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۹ء کو لائبریری میں منتقل ہوا۔ منتقلی کے وقت اس میں کتابوں کی کل تعداد ۵۳۲۴ تھی۔ حکیم صاحب اپنے ذخیرے کے لئے مسلسل کتابیں بھجواتے رہتے ہیں جو اس میں شامل کر دی جاتی ہیں۔ اب تک اس ذخیرے میں کتابوں کی کل تعدد ۸۴۰۰ کے قریب ہو چکی ہے۔ اس ذخیرے میں چودہ کے قریب مخطوطات شامل ہیں۔ چند مخطوطات کی عکسی نقول بھی اس کا حصہ ہیں۔ اس ذخیرے کی فہرست راقم السطور نے دو جلدوں میں مرتب کی ہے جس کی پہلی جلد اس وقت مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور کی جانب سے زیر طبع ہے۔

ذخیرہ میاں محمد دین حکیم

یہ ذخیرہ میاں محمد دین حکیم مرحوم (۱۹۱۷ء ۔ ۱۹۸۹ء) کی جمع کی ہوئی کتب پر مشتمل ہے۔ زیر حوالہ ذخیرے میں ڈیڑھ ہزار کے قریب مجلدات شامل ہیں۔ میاں صاحب مورخ لاہور کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے۔ انہوں نے لاہور اور آثار لاہور کے حوالے سے بہت سی کتابیں

لکھی ہیں۔ صوفیائے کرام کی تذکرہ نویسی کے متعلق انہوں نے کئی قلمی آثار چھوڑے ہیں۔ ان کی بعض تالیفات ابھی تک نامکمل اور غیر مطبوعہ مسودات کی صورت میں ہیں۔ اس ذخیرے میں ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی بہت سی فائلیں محفوظ کی گئی ہیں۔ ان کو مخطوطات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ ذخیرہ مرحوم کے ورثاء نے محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی ترغیب پر یونیورسٹی لائبریری کو بطور عطیہ عنایت کر دیا۔ یہ جون ۱۹۹۱ء میں لائبریری میں منتقل ہوا۔

پنجاب پبلک لائبریری

پنجاب پبلک لائبریری، لاہور ۱۸۸۴ء میں قائم کی گئی۔ اس میں انگریزی، اردو، فارسی، عربی اور پنجابی میں کتابوں کی تعداد تین لاکھ مجلدات کے قریب ہے۔ ان کتب خانے کی ایک خصوصیت "بیت القرآن" ہے۔ یہ ۱۹۶۸ء میں قائم کیا گیا۔ اس کا مقصد اسلام کی ترویج اور روح قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے نیز فاضلین اور محققین کو تحقیق کی سہولت بہم پہنچانے کے لئے حکومت وقت کے حکم پر شروع کیا گیا تھا(۲۲)۔ بیت القرآن کے افتتاح کے موقع پر اس کے مقاصد کو اس طرح بیان کیا گیا تھا۔

"بیت القرآن کے تحت کارفرما مرکزی تصور یہ تھا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن مجید اور قرآنی لٹریچر پر مشتمل ایک ایسا شعبہ قائم کیا جائے جس میں قرآن مجید کے قلمی نسخے، مطبوعہ نسخے، تراجم، تفاسیر، لغات قرآنی، تحقیق قرآنی، قرات کے ریکارڈ اور ٹیپ، نادر نسخوں کی مائیکروفلم اور سلائیڈ سب ہی شامل ہوں تاکہ یہ شعبہ فہم و ادراک قرآن کے سلسلے میں اولیت اور جامعیت دونوں کا حامل ہو"(۲۳)۔

ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن مجید کے قلمی نسخے بھی حاصل کیے گئے۔ اس وقت ان کی تعداد تقریباً چھیاسٹھ ہے۔ ان میں سے زیادہ نسخے خط نسخ میں ہیں۔ چند خط بہار میں بھی ہیں۔ کئی نسخے جلی اور دیدہ زیب خط میں ہیں۔ چند قرآنی مخطوطات سہ سطری جلی خط میں موجود ہیں۔ ایک قرآن مجید کی کتابت اورنگزیب عالمگیر کے نام سے منسوب ہے۔ ٹیپو سلطان (شہید ۱۷۹۹ء) کا خاص قرآن مجید کا نسخہ کیمبرج یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کے چند اوراق کے عکس بھی بیت القرآن میں رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح تاشقند میں موجود مصحف عثمانی کے چند اوراق کے عکس بھی حاصل کیئے گئے ہیں۔ ایک نسخہ بہت بڑے سائز میں مذہب اور جلی خط میں ہے جس کی کتابت تقریباً پونے دو سو سال قدیم ہے۔ قرآن حکیم کا ایک نسخہ پونے دو لاکھ روپے

میں حاصل کیا گیا ہے اس کا ہر صفحہ دیدہ زیب اور بہت زیادہ مہذب ہے۔ تفسیر مدارک کے نصف آخر کا ایک مخطوطہ بھی اس میں موجود ہے جو قدیم اور خوبصورت خط میں ہے۔

فارسی مخطوطات

فارسی مخطوطات کی مفصل فہرست بعنوان "تفصیلی فہرست مخطوطات فارسیہ" مرتبہ احسن عباسی ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ۵۸۸ مجلدات کی تفصیل درج ہے۔ اس کا ضمیمہ (۱) اس فہرست نگار کا مرتبہ ۱۹۶۶ء میں منظر عام پر آیا۔ اس میں اندراجات کا آخری نمبر ۱۲۲ ہے۔ کئی جلدوں میں ایک سے زیادہ نسخے شامل ہیں۔ اسی طرح فارسی کے کل مخطوطات کی تعداد ۷۰۰ سے زیادہ ہے۔

متفرق مخطوطات

عربی اور فارسی کے علاوہ دوسری زبانوں میں جو مخطوطات موجود ہیں' ان کی مفصل فہرست "تفصیلی فہرست مخطوطات متفرقہ (اردو' پنجابی' ہندی' کشمیری' ترکی' پشتو)" مرتبہ منظور احسن عباسی ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں کل ۷۴ نسخے شامل ہیں۔ اس فہرست میں اردو مخطوطات کی تعداد ۳۶' پنجابی ۲۰' ہندی ۳' ترکی ۴' پشتو ۳ اور کشمیری ۱ ہے۔ اہم مخطوطات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کی بنیاد ۱۹۰۸ء میں ایک دارالمطالعہ کی صورت میں رکھی گئی۔ ۱۹۲۸ء میں یہ موجودہ عمارت میں منتقل کر دی گئی۔ اس وقت اس کے ذخیرۂ کتب کی تعداد ڈیڑھ لاکھ مجلدات کے قریب ہے۔ مخطوطات کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ ان کا حصول ۱۹۷۴ء میں شروع کیا گیا۔ خواجہ عبدالرشید نے اس کام کے آغاز کے متعلق ۱۹۷۵ء میں لکھا۔

"دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نے گزشتہ سال سے مخطوطات کی فراہمی کا بندوبست کیا ہے۔ اس کی خریداری کے لئے ہم راجہ حامد مختار صاحب کے مرہون منت ہیں جنہوں نے متروکہ وقف املاک بورڈ کے سابق رئیس ہونے کی حیثیت سے اس اہم ضرورت کو محسوس کیا اور لائبریری کے بجٹ میں ایک خصوصی رقم اس کام کے لئے منظور کر دی" (۲۴)۔

مخطوطات کی جمع آوری کے ساتھ ان کی فہرست سازی کا کام بھی شروع کر دیا گیا۔ اس

ذخیرے کی مفصل فہرست کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی دو جلدیں فہرست مخطوطات (عربی و فارسی) مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے عنوان سے ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء کے دوران شائع ہوئیں۔ ان میں ۲۵۰ مخطوطات کی تفصیل درج کی گئی ہے۔ تیسری جلد ۱۹۷۹ء میں منظر عام پر آئی۔ اس میں ۲۰۰ نسخوں کی وضاحت درج ہے۔ چوتھی جلد ۱۹۸۵ء میں طبع ہوئی' اس میں بھی ۲۰۰ قلمی کتابوں کے مفصل کوائف موجود ہیں۔ پانچویں جلد ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ۱۹۰ مخطوطات شامل ہیں۔

ان مطبوعہ فہارس میں کل نسخوں کی تعداد ۸۴۰ ہے۔ ان میں چند مخطوطات کے علاوہ باقی سب عربی اور فارسی میں ہیں۔ اردو' پنجابی' اور پشتو کے چند نسخے موجود ہیں۔ ان میں قرآن مجید کے متعدد نسخے شامل ہیں جو خط بہار' نسخ اور نستعلیق میں ہیں۔ اگر موضوعات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس ذخیرے میں علوم اسلامیہ کے بارے میں کافی مخطوطات ہیں۔ ان میں قرآن مجید' تفسیر' تجوید و قرات' حدیث' اصول حدیث' فقہ اصول فقہ' عقائد و کلام ایسے موضوعات شامل ہیں۔ تصوف پر بھی کئی نسخے ہیں۔ ان کے علاوہ تاریخ و تذکرہ' ادبیات' لغت' اخلاق' منطق اور طب پر بھی خطی کتب شامل ہیں۔

مراجع و حواشی

۱۔ کے۔ایچ۔شیرا' لائبریرین شپ کی عمرانی بنیادیں' ترجمہ و تلخیص از سید جمیل احمد رضوی (لاہور۔ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن' پنجاب کونسل' ۱۹۸۰ء)' ص۔ ۱۶

۲۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار' صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب (لاہور جامعہ پنجاب' ۱۹۸۲ء)' ص۔۷

۳۔ Labhu Ram, "Principal Woolner's Dream on the Phenomenal Growth of the Punjab Univ. Library" The Modern Librarian, 4 (Jan., 1934), 41-53

۴۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار' محولہ بالا' ص۔۱۳۵

۵۔ ایضاً' ص ۱۳۵۔۱۳۶

۶۔ سید جمیل احمد رضوی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ذاتی ذخائر کتب' مشمولہ سہ ماہی خبرنامہ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن (پنجاب)' جلد ۳۳' شمارہ ۳۔۴ (۱۹۹۳ء)' ۱۵

۷۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، محولہ بالا، ص۔۱۳۶

۸۔ ایضاً، ص ۔ ۱۳۶

۹۔ بلقیس بیگم، پنجاب یونیورسٹی لائبریری (تاریخی جائزہ)، لاہور۔۱۹۸۲ ۸۸۔(مقالہ ایم۔اے (لائبریری سائنس)، جامعہ پنجاب، لاہور (غیر مطبوعہ)

۱۰۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، محولہ بالا، ص ۔۱۳۶

۱۱۔ منظور الحق صدیقی "پیرزادہ محمد حسین عارف" اوریئنٹل کالج میگزین، ۴۰ (مئی ۱۹۶۳ء)، ۱۶۔۱۷

۱۲۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، محولہ بالا، ص۔۲۲۷

۱۳۔ سید جمیل احمد رضوی، محولہ بالا، ص ۱۶۔۱۷

۱۴۔ سرشیخ عبدالقادر، "حافظ محمود شیرانی مرحوم" اوریئنٹل کالج میگزین" شیرانی نمبر، جلد ۲۳، شمارہ ۲ (فروری ۱۹۴۷ء) ۷۔۸

۱۵۔ ڈاکٹر سید عبداللہ "کتاب خانہ شیرانی کے نوادر" اوریئنٹل کالج میگزین ۲۳ (فروری ۱۹۴۷ء) ۳۶۔۳۷

۱۶۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، محولہ بالا، ص ۲۲۷

۱۷۔ ڈاکٹر محمد بشیر حسین "مخطوطات ذخیرہ شیرانی" کا اجمالی جائزہ۔ اوریئنٹل کالج میگزین، شیرانی نمبر۵۶۔۳۔۴ (شمارہ مسلسل ۲۲۲۔۲۲۳) ۱۱۳

۱۸۔

Hafiz Mahmud Shairani, Shairani Collection, edited by Ahmad Khan (Tork: Arabic and Persian Research Institute, n.d)p.l Khurshid

۱۹۔ سید جمیل احمد رضوی، محولہ بالا، ص۔۲۰

۲۰۔ فہرست مخطوطات در کتب خانہ پروفیسر سراج الدین آذر (غیر مطبوعہ)، ص۔۱

۲۱۔ سید جمیل احمد رضوی، محولہ بالا، ص۔۲۴

۲۲۔ مقصود علی کاظمی "پنجاب پبلک لائبریری، لاہور عوامی کتب خانوں کی تاریخ کے آئینہ میں" صد سالہ تقریبات پنجاب پبلک لائبریری، لاہور ۲۹۔۳۰۔۳۱، جنوری ۱۹۸۵ء (سوونیئر) ص۔۲۷

۲۳۔ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور۔ روداد کارکردگی (۲۵ اکتوبر ۱۹۶۸ء)، ص۔۴

۲۴۔ خواجہ عبدالرشید، "گزارش احوال" فہرست مخطوطات (عربی و فارسی) دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری (جلد اول۔ لاہور۔ مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۷۵ء) ص۔م